مولانا محمد عبیداللہ عفیف

الاستفتاء

محمد بشیر صاحب چک ۵۴ (خانیوال) سے لکھتے ہیں:

ایک امام مسجد نے لڑکے کی منگنی کی، لڑکا نابالغ تھا۔ لڑکے نے بالغ ہو کر وہ رشتہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ بعد ازاں لڑکے کے والد اور لڑکی کے والدین نے متفق ہو کر انکار کنندہ کے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لڑکی اور لڑکے کا چھوٹا بھائی بھی اس پر راضی ہیں۔ لیکن امام مسجد کے خلاف بعض مقتدیوں نے آواز اٹھائی ہے کہ چونکہ امام مسجد نے وعدہ خلافی کی ہے، اسلئے اس کی اقتداء میں ہماری نمازیں ادا نہیں ہو سکتیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس امام کے بڑے لڑکے کی منگیتر سے اس کے چھوٹے بھائی کا نکاح جائز ہے؟ کیا ایسے امام کی اقتداء جائز ہے؟ کتاب و سنت کی روشنی میں جواب لکھ کر عنداللہ ماجور ہوں!

الجواب بعون الوہاب ومنہ الصدق والصواب:

بشرط صحت سوال و بشرط صحت تحریر واضح ہو کہ صرف نسبت اور انتخاب رشتہ (منگنی) کا نام نکاح نہیں بلکہ نکاح شرعی عقد کا نام ہے جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب النکاح کے عین آغاز میں امام ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

"وفی الشرع حقیقۃ فی العقد مجاز فی الوطء علی الصحیح والحجۃ فی ذالک کثرۃ ورودہ فی الکتاب والسنۃ" الخ (ص ۹۴، ج ۹، طبع مصر)

نکاح کا لغوی معنیٰ بیان کرنے کے بعد امام ابن حجر رح فرماتے ہیں کہ:

"شریعتِ محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں نکاح کا اصل اور صحیح معنیٰ عقد ہے۔ اور اس سے وطی (جماع) مراد لینا مجاز ہے۔ اور شرعی عقد وہ ہوتا ہے جو مہر کی تعیین کے ساتھ دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ولی مرشد کی اجازت کے بعد ایجاب وقبول کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ کیونکہ ایجاب وقبول نکاح شرعی کے رکن ہیں اور نکاح شرعی کی حقیقت میں شامل ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو شرعی نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔"

چنانچہ ہدایہ اولین شروع کتاب النکاح میں فقیہ مرغینانی لکھتے ہیں:

"النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بہما عن الماضی لان الصیغۃ وان کانت للاخبار وضعًا فقد جعلت للانشاء شرعا دفعا للحاجۃ" (ھدایہ ۔۔۔۔ ص ۲۸۵ ج ۱)

اور شرح وقایہ میں ہے:

"ھو عقد موضوع للملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من المرأۃ فالعقد ھو ربط اجزاء التصوف ای الایجاب والقبول شرعاً ۔۔۔ انما قلنا ھذا لان الشرع یعتبرہ الایجاب والقبول ارکان عقد النکاح لا امورا خارجیۃ کالشرائط" (شرح وقایۃ ص۲ ربع ثانی)

ان دو عبارتوں کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعہ عورت سے حاصل ہونے والا نفع مرد کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔ اور یہ عقد ایجاب اور قبول کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ کیونکہ شرعی طور پر ایجاب وقبول نکاح کے رکن ہیں جو شرائط نکاح کی طرح نکاح کی حقیقت سے خارج نہیں ہوتے۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایسی منگنی (انتخاب رشتہ) جس میں دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ولی کی اجازت کے ساتھ ایجاب وقبول نہ ہو محض انتخاب ہی انتخاب اور وعدہ ہی وعدہ ہو، نکاح شرعی کے حکم میں ہرگز نہیں ہوتی۔ بنا بریں بڑے بھائی نے اپنی منگیتر کے ساتھ نکاح کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے جیسے کہ سوال میں یہ الفاظ واضح طور پر موجود ہیں، تو ایسی صورت میں اس انکار کنندہ کے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح بلاشبہ صحیح ہے اور یہ نکاح شرعی نکاح ہوگا۔ یعنی اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

ہاں انکار کنندہ نہ صرف وعدہ خلافی کی وجہ سے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے بلکہ وہ ظالم بھی ہے۔

کیونکہ اس نے ایک لڑکی کو بلا وجہ معاشرہ میں پریشان کیا ہے۔ بشرطیکہ اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔

جہاں تک انکار کنندہ کے والد (امام صاحب) پر وعدہ خلافی کا الزام ہے وہ کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ سوال کی عبارت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ لڑکے کے والد اور لڑکی کے والدین نے متفق ہو کر انکار کنندہ کے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور لڑکا اور لڑکی بھی راضی ہیں۔ اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ لڑکی کے والدین کو اس بات کا قطعی یقین ہو چکا ہے کہ انکار کنندہ کا والد اپنے لڑکے کے اقدام میں شریک نہیں۔ ورنہ لڑکی کے والدین اس کے ساتھ اتفاق کر کے اس کے چھوٹے لڑکے کو رشتہ دینے کیلئے قطعاً تیار نہ ہوتے اور نہ لڑکی ایسا کرنے کی اجازت دیتی۔

بہر حال طرفین کا یہ باہمی سمجھوتہ اور مصالحت بجائے خود اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے اس غلط اقدام پر سخت ناراض ہے، واللہ اعلم بالصواب!

اب اگر مقتدیوں نے وعدہ خلافی کے مرتکب کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو انہیں چاہیئے کہ وہ اس امام مسجد کے بیٹے کا محاسبہ کریں نہ کہ اس کے والد کو موردِ الزام ٹھہرا کر پریشان کیا جائے، اس کا کوئی شرعی جواز نہیں کیونکہ شریعت نے بے گناہوں کو سزا دینے سے منع کر دیا ہے۔

۱- عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لا یقام الحد و فی المساجد و لا یقاد بالولد الوالد" (رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ ص۳۰۱ ج۲)

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "نہ تو مسجدوں میں حدیں لگائی جائیں اور نہ بیٹے کے جرم کا قصاص باپ سے لیا جائے۔"

۲- عن ابی رمثۃ قالَ اَتیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی فقال من ھٰذا الذی معک قال ابنی اِشھَدْ بہ قالَ اما انّہ لا یَجنی علیکَ و لا تَجنی علیہ (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ ص۳۰۱ ج۲)

جناب ابو رمثہ کہتے ہیں کہ "میں اپنے والد کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے میرے والد سے دریافت کیا کہ "یہ بچہ کون ہے؟" میرے والد نے جواب میں کہا کہ "یہ میرا لڑکا ہے، آپ گواہ رہیں"۔ اس پر آپؐ نے فرمایا "آگاہ رہ کہ تیرے بیٹے کے جرم کی سزا تجھے نہیں دی جائے گی اور

تیرے جرم کی سزا تیرے بیٹے کو نہیں دی جائیگی" (جیساکہ زمانہ جاہلیت میں غلط رواج تھا) لہٰذا اگر بعض نمازیوں نے وعدہ خلافی کے مرتکب کے خلاف محاسبہ شروع کیا ہے تو وہ امام صاحب کے باغی لڑکے کا کریں نہ کہ اس بیچارے امام کا جو کہ مجبور معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک اس امام کی اقتدار میں نماز کی ادائیگی کا سوال ہے تو واضح رہے کہ امام ایسا ہونا چاہیئے جو عالم باعمل اور صیحح العقیدہ مسلمان ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . والصلٰوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا اوکان فاجرا وان عمل الکبائر" (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۱۰۰ ج ۱)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر برے بھلے امام کی اقتدار میں نماز پڑھ لینی چاہیئے!" (ہاں ایسے آدمی کو امام مقرر کرنا جائز نہیں)

تاہم یہ امام صاحب تو بے گناہ نظر آتے ہیں اس لئے ان کے پیچھے نماز ان شاء اللہ جائز ہوگی۔

فیصلہ:

محض منگنی سے نکاح شرعی منعقد نہیں ہوتا۔ اس لئے انکار کنندہ کے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح جائز ہے۔ اور یہ نکاح بالکل شرعی نکاح ہوگا۔ جہاں تک وعدہ خلافی کا تعلق ہے تو امام صاحب اس سے بری معلوم ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے، بشرطیکہ کوئی اور شرعی عذر نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب!

محمد عبید اللہ

دارالافتاء متصل پرانی چونگی نمبر ۲، گوجرہ روڈ، سمندری شہر (فیصل آباد)